Lesson 7: Al-Isra (Ayaat 78- 93): Day 28 سُوْرَۃُ بَنِیٓ اسرآئیل / الإسرَاء کی تفسیر

آج جو اسلام پر آئے گا کس طرح آئے گا آج اس کے مرحلے دیکھیے قرآن کی آیت؛

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے

قرآن ذریعہ ہے غلبۂ اسلام کا۔ آج اس قرآن کو پشت پیچھے ڈالا ہوا ہے۔

قران وہ دروازہ ہے جہاں سے امتیں فاتح بن کے گزرتی ہیں۔ آج ہم اور آپ جس دور سے گزر رہے ہیں اس وقت ہم مسلمان محکوم ہیں، مظلوم ہیں۔ قرآن کے دروازے کھل رہے ہیں نسلوں پہ، آپ پہ ہم پہ اللہ نے آج مسلمانوں کو جگا دیا ہے یہ اب انشاء اللہ کامیابیوں کے راستے ہیں۔ سب سے زیادہ لفظ قرآن سورت بنی اسرائیل میں آرہا ہے۔ کہیں فرقان آتا ہے، کہیں حکیم آتا ہے لیکن اس سورت میں قرآن بار بار آرہا ہے اللہ نے اس کو شفا اور رحمت کہا یہی بات سورۃ یونس کی آیت نمبر 57 میں پڑھ چکے ہیں

يَآاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

لوگو تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا۔ اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آپہنچی ہے ﴿٥٧﴾

یہ قرآن ہے کس چیز کی شفاء؟ بیماریاں عموماً چار قسم کی ہیں اور قرآن ان چاروں کی شفا ہے۔ سب سے پہلے تو آپ قرآن کی شفا لے لیجئے کہ مردہ دلوں کی زندگی۔ آج کے دور میں بھی جو لوگ اسلام

قبول کرتے ہیں اٹھانویں پر سنٹ اس میں سے قرآن سن کے آتے ہیں۔پہلے تو قرآن دل کے اندر سے کفر کی بیماری کو نکال کر اسلام کی محبت ڈال دیتا ہے۔

دوسری چیز قرآن میں جو جسمانی بیماریوں کی الشفاء ہے۔ قرآن پاک میں ایسی بہت سی آیات ہیں جو ہمیں دل کی بیماریوں کا علاج بتاتی ہیں جیسے پیچھے ہم پڑھ چکے ہیں فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا نفاق کو اللہ تعالی نے کس نام سے پیش کیا، سورۃ بقرہ کے شروع میں کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے نفاق کی کفر کی، شک کی، قرآن ان بیماریوں کا بھی علاج ہے۔ بڑے سے بڑے نفاق والا شخص بھی جب سچے دل سے قرآن سننے بیٹھ جاتا ہے تو وہ بہت زیادہ روتا ہے۔

جسمانی بیماریاں کیسے رکتی ہیں؟ صحت کی حفاظت ہے اس میں۔ قرآن کے پیغام پر عمل کر لیں نقصان دہ چیزیں چھوڑ دیں۔ آج ڈپریشن کا علاج وضو سے کیا جا رہا ہے۔ یوگا کرتے ہیں لوگ ہیلتھ کے لئے، تو نماز کے بہت سارے ایکشن یوگا کے ایکشن ہیں۔ قرآن کی کچھ آیتیں جس میں سب سے پیاری سورت سورۃ فاتحہ ہے۔

نبی پاک ﷺ کے دور میں کسی بچھو نے کسی شخص کو کاٹ لیا۔ اس صحابی نے سورۃ فاتحہ پڑھ کے اس کے اوپر دم کیا تو اس کا درد ٹھیک ہو گیا اور آج بھی آتا ہے سات دفعہ تکلیف والے حصے پر ہاتھ لگا کر سورۃ فاتحہ پڑھی تو ٹھیک ہو جاتا ہے۔

اللہ کے نبی رات کو سورۃ اخلاص سورۃ فلک سورۃ ناس پڑھ کے پورے جسم پر ہاتھ پھیر لیتے تھے تو تھکن دور ہو جاتی تھی۔ تو قرآن کا اثر تو آپ کو پتہ ہے قرآن دل کی بیماریوں کو صاف کر دیتا ہے۔

حکیم کا واقعہ

ایک بادشاہ نے ایک حکیم کو مدینہ میں بھیجا اِدھر ڈاکٹر نہیں ہے وہاں جاؤ وہاں تمہارا کام بہت چلے گا چھ مہینے تک وہاں دکان کھول کر بیٹھا رہا کوئی مریض نہیں آیا۔ ایک دن کہنے لگا کیا تم لوگ بیمار نہیں ہوتے۔ کہا نہیں ہم تو نہیں ہوتے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم نبی کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں۔ تین حصے کرتے ہیں پیٹ کے۔ ایک حصہ کھانے کا، ایک پینے کا، ایک خالی ہوا کے لئے۔ حکیم نے دکان سمیٹی اور کہا تمہیں میری ضرورت ہی نہیں۔

ہم سب اتنے بیمار کیوں رہتے ہیں؟ آج ہم سب ان ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں جن کو خود بیماریوں کے نام بھی پوری طرح یاد نہیں ہوتے۔ ڈاکٹروں کو کیا پتہ ہوتا ہے کہ بیمار کون ہے؟ بیماری کا تو سب سے پہلے بیمار کو خود کو پتہ چلتا ہے۔ پہلے زمانے میں حکیم نبض دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ کیا بیماری ہے۔ آج کل ٹیسٹوں کے ذریعے چیک کیا جاتا ہے۔

قرآن روحانی بیماریوں کی شفا ہے۔ یوں سمجھیں کہ انبیاء کرام روحانی معالج ہوتے تھے۔ آج دین کی دعوت دینے والے روحانی ڈاکٹر ہیں۔ یہ سکول اور مدرسہ یہ سارے روحانی ہاسپیٹل ہیں، کتنے ڈپریشن کے مارے ہوئے لوگ آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو بدل دیتا ہے۔ کلاس میں آنا اور نہ آنا کیا ایک جیسا ہو سکتا ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں سے خیر وہی لوگ لیں گے جس کا نصیب ہو گا ورنہ وَلَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا ظالموں کو نہیں بڑھاتا مگر خسارے میں، امام ابن قیم کہتے ہیں کہ ہر بیماری کا علاج قرآن پاک میں ہے۔ قرآن پڑھنے کی وجہ سے انسان کو بیماریوں اور ڈپریشن سے شفا مل سکتی ہے۔ ایک آیت کو اگر سو دفعہ بھی پڑھیں تو اسکا اثر ہوتا ہے بالکل اُس طرح جیسے ایک گولی سو دفعہ

کھانے سے بیماری کی جڑ تک اس کا اثر پہنچتا ہے۔ اکثر سُنا کہ ہم قرآن کی کلاس میں آ کے ٹھیک ہوئے، اصل میں قرآن کی دوا تو انسان کو ٹھیک کرتی ہے۔ لیکن سب کو ایک جیسا فائدہ نہیں ہوتا۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 26 پڑھ چکے ہیں

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۔۔ اس سے (خدا) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور گمراہ بھی کرتا تو نافرمانوں ہی کو ﴿٢٦﴾

پھر انسان کا حال کیا ہوتا ہے آیت 83

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَي الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـــُٔوْسًا ﴿٨٣﴾

انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اس کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اینٹھتا اور پیٹھ موڑ لیتا ہے، اور جب ذرا مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو مایوس ہونے لگتا ہے۔

ٹیکسٹ کے ساتھ بتائیں کہ یہاں نعمت سے مراد کون سی نعمت ہے؟ "قرآن کی نعمت"۔ ملت اسلام کا فرد ہونے کی نعمت، ایک ایسا بشر ہونے کی نعمت جو انسان کو اللہ سے جوڑ دیتا ہے۔ اس آیت میں بتا دیا کہ لوگ عموماً نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اور پھر جب وہ پہلو تہی کی سزا میں تکلیف آتی ہے پھر كَانَ يَـــُٔوْسًا یاس کے اندر چلا جاتا ہے۔ لفظ یاؤس اردو میں بھی پڑھتے ہیں۔ امید و یاس، ناامیدی کو بھی کہتے ہیں اور اَعْرَضَ اعراض کیسے ہوتا ہے؟ کہتے ہیں یہ کوئی عبادت کرنے کی، یا قرآن پڑھنے کی عمر ہے۔ یہ تو انجوائے کرنے کے دن ہیں۔ یہ تو ہمارے سکول کے دن ہیں۔ اسکول میں کالج میں پڑھنے کے دن ہیں۔ ہم پیسے والے لوگ کیوں پڑھیں۔ یہ غریب لوگ مدرسے میں قرآن پڑھیں۔ یہ وہ لوگ

ہوتے ہیں جن کو دنیا کا علم زیادہ ہوتا ہے تو وہ دین کے عمل کو کچھ زیادہ ہی پیچھے کر دیتے ہیں۔ یہ ہم کیسے کر سکتے ہیں اور جو خوشی اور غم آتا ہے پھر انسان اپنی زندگی کو پہچانتا نہیں۔ عام دنوں میں ہم اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتے لیکن دو مواقع ایسے آتے ہی جس میں ہم اپنے آپ کو پہچانتے ہیں۔ ان میں ایک خوشی کا اور دوسرا غم کا۔ جب روٹین سے ہٹ کر خوشی یا تکلیف ملتی ہے یا بیماری کہہ لیں، جو پیچھے بات چل رہی ہے ایک شعر مولانا ظفر۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ چاہے وہ کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکا

جسے عیش میں یاد خدا یاد نہ رہی، جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

یعنی آپ اس کو آدمی نہ کہیں چاہے وہ کتنا ہی بڑا عقلمند اور نصیبوں والا کیوں نہ ہو۔ جسے عیش میں اللہ نہیں یاد نہیں رہتا، خوشی میں بہک گئے اور غصہ آیا، طیش میں زبان میں جو مرضی بول دیں۔ ہم خود کو پہچان لیں۔ یہ قرآن حقیقت میں انسان کو باگیں ڈالتا ہے۔ کسی جگہ بھی ہم اپنی مرضی نہیں کر سکتے، سارے ماحول کو لے کر اگر انسان قرآن کو یاد کرے، اس کو بالکل ساتھ لے کر چلے، جہاں پابندیوں میں مبتلا کیا جاتا ہے، لیکن اس سانچے سے باہر نکلنے کے بعد یہ عادت ختم ہوتی ہے کہ اپنی مرضی چھوڑیں۔ اگلی آیت بہت اہم ہے جسے آپ کہہ لیں پورا سبق تو کیا پوری سورۃ کا اس ایک آیت میں خلاصہ ہے۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے۔ سو تمہارا پروردگار اس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ

سیدھے رستے پر ہے ﴿۸۴﴾

اہم آیت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بات ہوئی کہ آپ کہہ دیں ہر بندے کو۔ كُلٌّ سے مراد تو ہم سب جانتے ہیں، اس سے مراد كُلٌّ تو مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی، تو مسلمان کا معاملہ مسلمان سے یا مسلمان کا کافر سے ہو، جس سے بھی ہو ہر ایک سے يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ عمل کرتا ہے اپنی شاکلہ پر۔ اصل لفظ شاکلہ ہے۔ یہ بالکل وہی لفظ ہے جس کو ہم اردو میں 'شکل' کہتے ہیں۔ یہاں اس سے مراد کام کرنے کا طریقہ ہے۔ شاکلہ کا لفظ بہت ذومعنی ہے۔ نقطہ نظر، سوچ، مسلک، طریقہ کار، نیت، مذہب، پسند، لائن آف ایکشن۔

آپ مختصر یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاکلہ سے مراد ہر انسان کی شخصیت کا وہ مخصوص سانچہ ہے جس میں آپ خود کو ڈالتے ہیں۔ جیسے آپ کسی دھات سے کوئی چیز بنانے سے پہلے اُس دھات کو کسی سانچے میں ڈالتے ہیں۔ پھر وہ دھات اس سانچے کی شیپ میں ڈھل جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح انسانی شخصیت کا ایک خاص سانچہ ہوتا ہے۔ جیسے جینز ہوتے ہیں۔ ہر بندے کے ورثے میں کچھ چیزیں آجاتی ہیں، کچھ اس کا ماحول ہوتا ہے اور بندہ ویسے ہی بن جاتا ہے۔ جیسے آپ کی اور میری شخصیت پر بہت ساری چیزوں نے اثر ڈالا۔ کچھ چیزیں ورثے میں ملیں، کچھ چیزیں میرے ماحول میں جہاں میں پلی بڑھی، میرے گھر والے، وہ لوگ جن سے میں ملی ان سب سے میں نے کچھ نہ کچھ لیا۔ جب انسان جوان ہوتا ہے اُسکا خاص رنگ وروپ بن جاتا ہے۔ آپ اس کو ایسے سمجھیں، جیسے آپ خاندان کے 20 لوگوں کو جانتے ہیں۔ آپ ان کے نام لکھ کر دیکھ لیں ماموں، خالہ، پھوپھو،، دیور جیٹھ، کیا کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہے؟ ایک ماں سے پیدا ہونے والے دس بچے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں كُلٌّ يَّعْمَلُ

عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ؕ ہر بندے کا ایک الگ ہی رنگ ہے۔ جو بندہ کسی نیکی یا بدی کے لیے جو محنت کرتا ہے، وہ اپنے اِسی شاکلہ کے اندر رہ کر کرتا ہے۔ ہر بندے کی الگ حد ہے۔ جس طرح گلاس کی ایک حد ہوتی ہے کہ اس کے اندر صرف اتنا ہی پانی آ سکتا ہے جتنی اس کی لمبائی یا چوڑائی ہے۔ اسی طرح ہر بندے کا ایک وصف ہے۔ ایک اسکا کیلیبر ہے۔ میں اگر اس سے زیادہ اس سے توقع رکھوں گی تو اُس سے نہیں ہو گا، اس کے لئے چاہے جتنی محنت کی جائے۔

اللہ تعالی ہمیں طریقہ سکھا رہا ہے کہ لوگوں کی حد سے زیادہ ان سے توقع نہ کرو۔ پہلی بات اس کو یوں سمجھیں انسان ہونے کے ناطے ہمیں بہت سے لوگوں سے کام لینا ہوتا ہے۔ ماں ہونے کے ناطے اپنے بچوں سے اور بیوی ہونے کی وجہ سے اپنے شوہر سے کام لینا ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی ادارے میں، کسی کورس میں اور دینی ادارے میں دن رات ہمیں سو فیصد لوگوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ اللہ تعالی یہاں لیڈر کو، بڑوں کو جو بھی کسی کام کے اندر آتے ہیں، ان کا ایک طریقہ سکھا رہا ہے۔ یہ ایک لاٹھی سے سب کو نہیں ہانک سکتے۔ ہر ایک کو اس کے ماحول میں رکھ کر دیکھو۔ کوئی قریب سے آیا ہے اور کوئی دور سے آیا ہے۔ ہر ایک کو مختلف گھروں میں پیدا کیا گیا ہے۔ کچھ پیدا ہوئے تو ان کے ارد گرد نماز، دین اور قرآن پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ اس کا دین پر آنا اور عمل کرنا آسان ہو گا، اور ایک ایسے گھر میں پیدا کر دیا گیا ہے کہ وہ ہندو کے نام سے پیدا کر دیا گیا۔ اس کا ان حالات سے نکل کر دین کی طرف آنا بہت مشکل ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالی بتاتے ہیں کہ ہر انسان اپنے حصے کا کام کرے گا اور اگر اس کو مزید سمجھنا ہو تو سورہ بقرہ کی آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ؕ لَہَا مَا کَسَبَتۡ وَعَلَیۡہَا مَا اکۡتَسَبَتۡ ؕ جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو

ہمیں اپنے بزرگوں میں یا اپنے والدین میں بہت زیادہ خرابیاں نظر آتی ہیں۔ان کے قرآن پڑھنے کا طریقہ، تجوید ہمیں ٹھیک نہیں لگتی اگرچہ ہمیں ان میں خوبیاں بھی نظر آتی ہیں۔ ہمارے بڑے بھولے بھالے تھے، سادہ لوگ تھے اللہ اُنہیں معاف کر دے گا لیکن ہمارا حساب سخت ہو گا کیوں کہ ہمیں علم مل گیا۔

كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖؕ ماحول کا جو اثر ہے وہ شاکلہ ہے۔اس کے علاوہ یہاں ایک اور چیز سمجھ لیں کہ اللہ کی کائنات میں تضاد بہت ہے بلکہ تنوع کہیں تو زیادہ سمجھ آئے گی۔

سب کے قد اور چہرے کے رنگ میں فرق ہے۔فیچرز میں اور بولنے کے انداز میں بھی فرق ہے۔اسی طرح بولنے کی ٹون / لہجے میں بھی فرق ہوتا ہے۔کچھ جذباتی ہوتے ہیں کچھ ٹھنڈے ہوتے ہیں، تو اللہ کی دنیا رنگ رنگ کی ہے۔اللہ کے بندوں سے پیار کرنا سیکھیں۔کسی جگہ اگر اللہ تعالی نے آپ کو رکھا ہے کہ آپ کام لینے لگے ہیں تو پہلے اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں دوسرے بندے سے اُسکی حد سے زیادہ طلب نہ کرنے کی توفیق دے۔تو حکمت یہی ہے کہ ہر بندے کو وہ کام دو جو وہ کر سکتا ہے اور کچھ لوگ خود کو بدل لیتے ہیں، کچھ چیزیں ہم بدل سکتے ہیں۔جیسے اگر ہم اپنے اندر تقویٰ بڑھانا چاہیں تو بڑھا سکتے ہیں۔اگر میں اپنی عبادات بڑھانا چاہوں تو بڑھا سکتی ہوں لیکن کچھ چیزیں جو اندر فطرت میں شامل ہیں، وہ نہیں بدلی جا سکتیں۔میں اپنی انٹیلی جنسی نہیں بڑھا سکتی کچھ لوگوں کو تین دفعہ آیت پڑھنے سے یاد ہو جاتی ہے اور کچھ کو تیرہ دفعہ پڑھنے کے باوجود بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔یہ شاکلہ ہے اور اس پر رک جائیں۔

یہاں یہ بات سمجھ آگئی کہ دوسروں سے کام لیتے ہوئے فکر کریں اس چیز کی کہ میں کہیں اس سے زیادہ نہ مانگ لوں اور نہ ہی کسی کو جہنمی کہیں۔ دین دار وہی ہے جو دوسرے دیندار کے بارے میں نفرت نہ دلائے۔

كُلٌّ يَّعۡمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ کوئی حنفی، شافعی شاکلہ خود کو سمجھ رہا ہے۔ دنیا میں ہر بندہ خود کو ہدایت پر سمجھتا ہے بگڑے سے بگڑے لوگ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے پتا نہیں آج کے دور میں کیا کیا ہے۔

ایک اور شاکلہ کا اثر جو بہت زیادہ ہوتا ہے وہ ہے رسم ورواج۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کارنامہ تھا وہ آپ کی کامیابی تھی کہ آپ نے شاکلہ کے بت توڑے، رسم ورواج توڑے اور لوگوں کی سوچ بدل دی۔ عرب گنوار تھے، بدوٹائپ کا ذہن تھا اور انہوں نے غلط چیزوں کو اپنار کھا ہوا تھا۔ اُنکے اندر لیڈر شپ کی خوبیاں چھُپی ہوئی تھیں لیکن وہ ڈکیتیاں کرتے، راہزنی کرتے، یعنی کہ قبیلہ سسٹم تھا۔ اللہ کے نبی نے وہ بت توڑ کے ان کے اندر کی خوبی نکال کے ان کو ورلڈ لیڈر بنا دیا۔ اللہ تعالی نے عرب کو کیوں چنا؟ کیونکہ ان کے اندر لیڈر شپ کوالٹی تھی اور اسلام کا مزاج لیڈرز والا ہے۔ اگر اسلام کسی اور ملک میں آجاتا تو تیرہ سالوں میں اسلام اتنی جلدی کبھی نہ پھیلتا، جتنا اللہ کے نبی ﷺ کے دور میں پھیل گیا اور آپؐ کے صحابہ کے دور میں وجہ یہی تھی کہ ان کے اندر کی وہ خوبیاں تھی صرف ماحول کی گرد پڑی ہوئی تھی، تو اللہ کے نبیؐ نے ان کو ایک نیا انسان بنایا۔

عام قوموں کے اندر ایک ہیرو ہوتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ نرسری آف ہیروز ہیں۔ جو صحابی اٹھا کے دیکھیں لگتا ہے سب سے زیادہ خوبیاں اسی میں ہیں۔ یہ اللہ کے نبی کی خوبی تھی۔ صحابہ کے اندر فہم کا فرق تھا۔

پہلی بات جو ہم نے سیکھی وہ یہ کہ دوسروں سے کام لیتے وقت یہ سوچ لیں کہ کون کیا کر سکتا ہے۔

لیکن اپنی اوپر کیسے لے کے آؤں، میں خود کو کیسے پہچانوں۔

جس نے خود کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا۔

یہ حدیث نہیں ہے حالانکہ بعض لوگ اس کو حدیث کہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کوئی قول ہو سکتا ہے۔

میں کیسے پہچانوں کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔ مجھ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ فلاں مسلمان ہوا یا نہیں ہوا یہ میری حد سے باہر کی چیزیں ہیں۔ مجھے صرف یہ چاہئے کہ میں دیکھوں کہ میں اپنی ذات اور اس کے ارد گرد کی چیزوں کو کتنا اسلام پہ لا سکتی ہوں۔

جیسے ایک گھڑی ہوتی ہے اور اس کے اندر مختلف پرزے ہوتے ہیں۔ سب سے اوپر ایک سکرین یعنی شیشہ ہوتا ہے۔ پھر اس کے اندر چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈز اور پھر وہ بارہ سائین ہوتے ہیں۔ باہر سے 2 چیزیں نظر آتی ہیں۔ ہو سکتا ہے اندر ہزاروں پُرزے ہوں۔ جس طرح ایک گھڑی کو چلانے کے لئے فریم کی ضرورت ہوتی ہے، بس اس مثال کو سمجھ لیں۔ آج میں اسلام کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟ اپنے آپ کو چیک کریں کہ میں کس درجے کا پرزہ ہوں۔ میں ایک باریک تار جتنا کام کر سکتی ہوں۔ میرے اندر اتنی ہی خوبی ہے۔ میں کہوں کہ مجھے شیشہ بننا ہے جو سب کو نظر آئے، تو میں اپنے آپ کو ضائع کر دیا۔ بہت سارے لوگ دین کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنی صلاحیتوں کو نہیں پہچانتے۔

وہ اپنی شاکلہ سے خلاف خود سے کام کرواتے ہیں۔

آج کے دور میں ہم مسلمانوں کو یہی ڈھونڈنا ہے۔

اگر میں شیشہ نہیں بن سکتی تو کوئی بات نہیں، اسٹیج سے اتر جائیں۔ آج دین کے نام پہ بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اپنی خواہش اور شاکلہ کے اندر فرق نہیں کر پاتے۔ ہم وہ کرنا چاہتے ہیں جس کی ہمیں خواہش ہوتی ہے لیکن وہ خوبی نہیں ہے۔ تو ہٹ جائیں اس راستے سے ورنہ آپ پوری گاڑی کو خراب کر دیں گے۔

آج اسلام کے گاڑی اسی لئے چلتی نظر نہیں آتی کہ لوگوں کو باہر کی باڈی بننا ہے۔ لیکن بہت تھوڑے لوگ ہیں جو اندر کی بیٹری بننا چاہتے ہیں جو صرف اپنے آپ کو جلا جلا کے گاڑی کو چلاتی ہے، ہم وہ نہیں بننا چاہتے۔ اور آج یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ لوگ ظاہر داری پہ آگئے۔ اگر سارے پرزے یہ کہیں کہ ہمیں باہر سکرین پہ لگائیں تو گاڑی کیسے چلے گی۔ پہلے اپنے آپ کو یہ ڈیسائیڈ کروائیں کہ اسلام کی خدمت چاہتی ہوں یا اپنے نام کی خدمت چاہتی ہوں۔

کسی بھی جگہ کوئی ادارہ یا مسجد بنتی ہے، اس کے لئے ایک امام چاہیے جن کی سنت کے مطابق نماز اور اچھی قرات بھی ہو اور وقت کے پابند بھی ہوں۔ اگر ان کے اندر اتنی بھی خوبی ہے۔ اگر ان کا عقیدہ ٹھیک ہے اور نماز پڑھنا اور پڑھانا آتا ہے تو وہ امام بننے کے لیے کافی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں دو تین اچھے قاری چاہیں جو بچوں کو ناظرہ پڑھا سکے۔ اس کے علاوہ ایک اور آدمی چاہیے جو مسجد کی مینیجمنٹ کو سنبھالے۔ کیا صرف اتنی چیزوں سے وہ مسجد چل جائے گی، نہ صفائی کرنے والا ہو، نہ چابی لینے دینے والا ہو، تو کیا مسجد استعمال کرنے کے قابل رہے گی۔ جب ہم مسجد میں جاتے ہیں تو کون اس کی صفائی کرتا ہے، کون اس کے کارپٹ بچھاتا ہے۔ کوئی تو ہے جو مسجد کے ٹوائلٹ صاف کرتا ہوگا۔ تو یہ سب

کام کرنے والے نے اپنی شاکلہ یہی سمجھی کہ میں اور کچھ نہیں تو مسجد کی صفائی تو کر سکتی ہوں۔ تو کیا منبر پر کھڑے امام کی زیادہ حیثیت ہے یا اس مسجد کے باتھ روم صاف کرنے والے شخص کی۔

اکثر لوگ حقیر کام کرنے سے نفرت کرتے ہیں۔ صفائی کرنا زیادہ باعزت کام ہے یا گند ڈالنا۔ میری نظر میں وہ زیادہ باعزت ہے جو صفائی کرتا ہے، وہ تو مہذب ہے۔ جب بھی کوئی بندہ کسی نظام میں اس طرح گھستا ہے اور کہتا ہے کہ میرا نام نہ آئے۔ بالکل اس طرح کہ اگر کوئی گھڑی نیچے گرے تو سب سے پہلے اس کا شیشہ ٹوٹتا ہے۔ اسی طرح ڈسپلے والے لوگ سب سے زیادہ خطرے میں ہوتے ہیں۔ نظر لگنے کا ڈر، اپنے نفس کا ڈر، کوئی وہاں حملہ کر دے تو اس کی جان کا خطرہ۔ جو لوگ چھپ کے دین کا کام کرتے ہیں ان کو نہ تو نظر لگنے کا ڈر ہوتا ہے اور نہ ہی ان کو اس طرح کا کوئی خوف ہوتا ہے۔ وہ لوگ محفوظ ہوتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو چیک کریں۔ میں نے وہ کام کرنا ہے جو میں کر سکتی ہوں۔ خرابی کب آتی ہے۔ اسی مسجد کی مثال کو لیں۔ ایک قاری جو اچھی تجوید، اچھی قرآت سے پڑھاتا ہے، آپ اس کو ہٹا کر کہیں کہ چلو صفائی کام کرو۔ امام صاحب کو تو شائد کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن آپ کی مسجد کو فرق پڑے گا۔ آج کے دور کا یہ مسئلہ ہے۔ شاکلہ میں تجربہ بھی آتا ہے۔ تجربہ کار لوگ جو اپنا کام اچھی طرح کر رہے ہیں، ان کو کبھی ان کی جگہ سے نہ ہٹائیں۔ کیونکہ جونہی آپ نے ان کو اس جگہ سے ہٹا کے کوئی چھوٹا کام دے دیا وہ بگڑ جائیں گے۔

ایک چھوٹا سا اصول کہ میں نے وہ کام نہیں کرنا جو کوئی دوسرا کر سکتا ہے۔ کیا خوبی ہے اگر میں نے وہی کام کیا جو آپ بھی کر سکتے تھے۔ میں نے وہ کام کرنا ہے جس کی ضرورت ہے اور جو کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

ہم میں سے بہت سے لوگ گھریلوزندگی میں جان بوجھ کر پھنسے رہتے ہیں۔ایسے لوگ دوسروں کو بھی کام نہیں کرنے دیتے اور بعد میں پھر لوگوں کو الزام دیتے ہیں کہ یہ کوئی کام نہیں کرتے۔اپنے ہاتھ سے لوگوں کو کام دے دیں۔

سوال یہ کیسے پتہ چلے گا کہ میں یہ کر سکتی ہوں؟

اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ آپ اپنے آپ کو آفر کریں،خود کو آزمائیں کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔

شاکلہ کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے کہ اس سے انسان کی انا ٹوٹتی ہے۔ہماری انا ہمارا بہت بڑا 'بت' ہے۔ اسی لیے کسی قوم کا سردار وہی ہوتا ہے جو قوم کا خادم ہوتا ہے۔آپ سب سوچیں کہ میرے اندر کیا خوبی ہے اور میں کیا کر سکتی ہوں۔ہر کسی کا دل کرتا ہے کہ خوبصورت قرآن پڑھیں۔قاری مشاری کی آواز میں پڑیں لیکن اگر آواز موٹی ہے اور نہیں پڑھ سکتے تو پھر کیا کریں اگر آپ یہ اچھا نہیں کر سکتے تو جو اچھا کر سکتے ہیں وہ کرنا شروع کر دیں۔عجمی بنتے ہوئے ہم اپنے قرآن کا ترجمہ تو پڑھ سکتے ہیں۔آج کامیاب شخص وہ ہے جس کو اس کی سکلز کے مطابق کام مل جائے۔آج بہت سارے لوگ بیچارے اس لیے ناکام ہوتے ہیں کہ جو کام ان کو دیا جاتا ہے یا ان کے حصے میں آتا ہے،وہ کام حالات کے مطابق ان کے لئے موافق نہیں ہوتا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس دنیا میں کامیاب ہو جائیں اور اپنے لیے صدقہ جاریہ چھوڑنا ہے تو آپ اپنے بچوں کو اور دوسروں کو ابھی سے اپنے ساتھ کھڑا کر لیں۔